

## Lesson 4: Al-An'aam (Ayaat 60 - 73): Day 13

## سُورَةُ الْاِنْعَامِ كى تفسیر

آیت 60 سے تفسیر دیکھیں گے؛

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾

اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ (یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی کی) معین مدت پوری کر دی جائے پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس روز) وہ تم کو تمہارے عمل جو تم کرتے ہو (ایک ایک کر کے) بتائے گا ﴿٦٠﴾

پچھلی آیات کے ساتھ اس کا ربط ہے۔ آیت 59 میں ہم نے دیکھا تھا کہ اللہ کے پاس ہر چیز کا علم ہے۔ اور ہر چیز اللہ کے قبضے اور کنٹرول میں ہے۔ اب یہاں انسان کی روح کے ساتھ جو معاملہ ہے اُس کی بات کی گئی ہے۔ یہاں نیند اور موت کا تقابل کیا گیا ہے۔

یہاں **يَتَوَفَّاكُم** سے مراد ہے کہ رات کو ہماری روح لی جاتی ہے اور صبح واپس جسم میں بھیج دی جاتی ہے۔

ہمارے جسم میں دو طرح کی روح ہے۔

(1) ایک روح وہ ہے جو جاتی ہے تو واپس بھی آجاتی ہے۔ جب یہ روح جاتی ہے تو دل دھڑکتا رہتا ہے۔ جسم کے کچھ اعضاء کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً نیند میں زبان بند ہو جاتی ہے۔ کان سنتے نہیں ہیں۔

(2) دوسری وہ روح جو جاتی ہے تو واپس نہیں آئے گی۔ دل دھڑکنا بند، سب اعضاء کا دنیا سے رابطہ ختم ہو جاتا ہے۔

اللہ ہمیں روزانہ ایک عارضی موت یعنی نیند دے کر دکھاتا ہے کہ ایک دن تم اسی طرح چلے جاؤ گے اور واپس نہیں آؤ گے۔

موت کے بعد کیا ہو گا؟ ایک دن پھر ہم سب کو اٹھا دیا جائے گا اور انسان اپنے رب کے سامنے جو ابدہ کھڑا کر دیا جائے گا۔

"ثُمَّ يَنْبِئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" اس کو سوچیں؛ تو روزانہ رات کو بستر پر جانے سے پہلے سب کو معاف کر دیں اور سب سے معافی مانگ لیں۔ اپنے گناہوں پر توبہ کر لیں۔ کوئی گناہ کا بوجھ لے کر سو نہیں سکتے۔

یہی مضمون قرآن پاک میں کئی جگہ آتا ہے۔ سورہ زمر، آیت 42

خدا لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو مرے نہیں (ان کی روحیں) سوتے میں (قبض کر لیتا ہے) پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روحوں کو

ایک وقت مقرر تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ جو لوگ فکر کرتے ہیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں

﴿۴۲﴾

انسان روز دنیا سے جاتا ہے پھر واپس آتا ہے۔ عارضی موت کا یہ سفر ہمیں سکھاتا ہے کہ تمہیں یہاں سے چلے جانا ہے۔

پہلی بات ہمیں سمجھ آگئی کہ ہمیں یہاں سے چلے جانا ہے۔ کوئی اس بات میں شک نہیں ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ طَحَّتْ بِأَحَدِكُمُ الْمَوْتُ  
تَوَفَّتْهُ رُسُلْنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿۶۱﴾

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور تم پر نگہبان مقرر کئے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے ﴿۶۱﴾

اللہ اس بات پر قادر ہے کہ نیند دے یا موت دے۔

(1) 'حَفَظَةً' یہاں اس سے مراد حافظ بھی ہے جیسے حافظ قرآن۔

(2) ایک اس سے مراد کراماتین ہیں۔ یعنی وہ فرشتے جو ہر لمحے ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارا حساب لکھ رہے ہیں۔ یہ کمی بیشی نہیں کرتے۔ وہ ہمارے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔

(3) ایک اس سے مراد وہ موت کے فرشتے ہیں۔ جو بندے کی روح نکال کر اس کے اصل ٹھکانے پر لے جاتے ہیں۔ سجدین یا علیین میں۔ حفاظت سے انسان کے اصل مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔

سوچیں ذرا!۔۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے "جب موت آئے گی تو فرشتے واپس لے جائیں گے۔۔ یعنی کوئی افراط تفریط نہیں کرتے۔

وقت مقرر پر لے جاتے ہیں۔

ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمْ الْحَقِّ ۗ اِلٰلٰهُ الْحُكْمُ ۗ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق خدا تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔ سن لو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے ﴿٦٢﴾

بہت بڑی عدالت میں پیشی ہو جاتی ہے۔

یہ آیت پڑھ کر عجیب دل کو ادا سی ہوتی ہے۔ اَسْرَعُ: یعنی اللہ Swiftly حساب لیتا ہے۔ وہ آسانی اور آرام سے حساب لیتا ہے کہ لوگوں کو پتا ہی نہیں چلتا۔ لوگوں پر مشکلات اور نعمتیں آتی رہتی ہیں۔ اور بندے کو پتا ہی چلتا۔ ایسے ہی انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور موت کا وقت آ جاتا ہے۔

مثال: ایک شخص پر الزام لگتا ہے، پولیس پکڑ لے کر لے جاتی ہے۔ جرم ثابت نہیں ہوتا تو باعزت چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جرم کیا ہو گا تو سزا مل جاتی ہے۔

ہم سب پر ایک دفعہ تو پولیس ضرور آئے گی۔ پیشی تو ضرور ہوگی۔ عدالت میں پیش ہونگے۔ قبر میں کچھ دن ایسے ہو گا کہ جیسے ملزم کو پولیس اسٹیشن میں رکھا جائے گا۔ قبر وقتی قید ہے۔ پھر حقیقی مولا اور رب کے سامنے پیش ہونگے۔

حدیث کا خلاصہ ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا تم سو رہے ہو۔ ایک دن تم جاگ جاؤ گے۔

آخرت میں ہمیں یہ محسوس ہو گا کہ دُنیا کے غم تو کچھ بھی نہیں تھے۔

اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے بچپن میں کھلونا ٹوٹنے پر بچہ روتا ہے۔ پھر بڑے ہو کر سوچتا ہے کہ وہ غم تو کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر اپنی بیوقوفی پر ہنستا ہے۔ انسان کو شرم آنے لگتی ہے کہ کیسے چھوٹی باتوں پر روتی تھی۔

آخرت میں انسان سوچے گا کہ دُنیا کے گھر، اور آرام تو کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ پچھتائے گا کہ اتنی ناکارہ چیزوں کے لئے اپنے رب کو ناراض کیا۔ کھلونے جیسے گھر اور فضول چیزوں کے لئے آخرت کا گھر نہ بنا سکا۔ اللہ کی نافرمانی کن نکمی چیزوں کے لئے کی؟

شیطان ہمیں دنیا کی نعمتیں بڑی کر کے دکھاتا ہے۔ انسان آخرت کو پیچھے ڈال دیتا ہے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ جب کافر کی موت ہوتی ہے تو اُس کی بدبو اتنی زیادہ پھیل جاتی ہے کہ آپ نے اپنے ناک پر کپڑا رکھ لیا۔

اپنا محاسبہ کریں کہ ہم نے اللہ کے سامنے کیسے پیش ہونا ہے؟

سوچیں ذرا کہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ ریکارڈ ہو رہا ہے۔ ابھی وقت ہے کہ اللہ کے ساتھ تعلق جوڑ لیں۔ توحید پر جم جائیں اور شرک کے قریب بھی نہ جائیں۔

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۗ أَلَيْسَ بِإِنَّ  
أَجْبُتًا مِّنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٦٣﴾

کہو بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون بچاتا ہے (جب) کہ تم اسے عاجزی اور  
نیاز مندی سے پکارتے ہو (اور کہتے ہو) اگر خدا ہم کو اس (تنگی) سے نجات بخشے تو ہم اس کے بہت شکر  
گزار ہوں ﴿۶۳﴾

یعنی جب مشکل اور مصیبت آتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہو۔ پھر وعدے کرتے ہو کہ اگر اللہ مجھے بچالے تو  
میں شکر گزار بن جاؤں گا۔

اہل عرب تکلیف کے دن کو **كَذُوبٌ** کا دن یعنی اندھیرے کا دن کہتے تھے۔

**قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كُذُوبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿۶۴﴾** کہو کہ خدا ہی تم کو اس  
(تنگی) سے اور ہر سختی سے نجات بخشتا ہے۔ پھر (تم) اس کے ساتھ شرک کرتے ہو ﴿۶۴﴾

**كَذُوبٌ**: ایسی مشکل جس میں دم گھٹنے لگے۔ پھر کہنے لگتے ہو کہ فلاں باباجی نے بچالیا یا ہم اپنی عقل  
سے بچ گئے یا فلاں مدد آگئی یا فلاں طریقے سے بچ گئے۔

یاد رہے کہ Titanic کے لئے بھی اُس کے کیپٹن نے کہا تھا کہ یہ اتنا محفوظ جہاز ہے کہ اس کو گاڈ  
GOD بھی نہیں ڈبو سکتا اور پھر وہ گاڈ GOD ہی نے ڈبو دیا۔

ہر بندے کی فطرت میں ہے کہ وہ مشکل وقت میں اللہ کو پکارتا ہے۔ کیٹ اسٹیوین جن کو آج یوسف  
اسلام کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ تیرتے ہوئے ڈوبنے لگے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج اگر مجھے اللہ بچا  
لے تو میں اللہ کی طرف آجاؤں گا۔ اور پھر وہ بچ گئے اور اللہ کے دین پر آ گئے۔



بت کی پوجا ہم کریں ہم کو ملے جہنم میں گھر۔۔ آپ پوجیں قبر کو کیونکر ملے جنت میں گھر  
 آپ مشرک ہم بھی مشرک، معاملہ جب صاف ہے۔۔ جنتی تم، دوزخی ہم، یہ کوئی انصاف ہے  
 مورتی پتھر کی پوجیں اگر ہم تو بدنام ہیں۔۔ آپ قبروں کو پوجیں تو نیکو نام ہیں  
 کتنا ملتا جلتا میرا آپ سے ایمان ہے۔۔ آپ کہتے ہیں مگر ہم کو کہ بے ایمان ہے  
 شرکیہ اعمال سے گر غیر مسلم ہم ہوئے۔۔ پر یہی اعمال کرے کیسے مسلم آپ ہوئے  
 ہم بھی جنت میں رہیں گے آپ اگر ہو جنتی۔۔ ورنہ دوزخ میں ہمارے ساتھ ہوں گے آپ بھی  
 سمجھو کہ تم اب بھی کہ سمجھے نہیں۔۔۔۔ پھر تمہیں کوئی اب کیوں سمجھائے کیا؟

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِّنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ  
 يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيُدَيِّقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۗ أَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ  
 يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾

کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے  
 عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ  
 چکھادے۔ دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں ﴿٦٥﴾  
 اس آیت کو محسوس کریں کہ کیسے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل جاتی ہے۔

تین طرح کے عذاب کا ذکر ہے؛



1. اللہ قادر ہے کہ اوپر سے عذاب بھیجے۔ بارشیں جیسے نوح کی قوم پر۔ پتھر جیسے قوم عاد پر برے۔ کنکر جیسے ابرہہ کے لشکر پر برے۔ بجلیاں چمکیں۔
2. نیچے سے عذاب: جیسے طوفانِ نوح کے لئے پانی۔ زمین پانی سے بھر جائے۔ فرعون اور اُس کا لشکر سمندر میں ڈوبے۔ چنگھاڑ اور زلزلوں کا عذاب۔
3. اور یا تمہیں فرقہ واریت کے عذاب میں مبتلا کر دے۔ اتفاق اور اتحاد ختم ہو جائے۔ لوگ بے سکون ہو جائیں۔ آپس کا جنگ و جدال۔

حدیث کا خلاصہ؛ مسند احمد میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی معاویہ میں گئے اور دو رکعت نماز ادا کی ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی مناجات کی اور فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین چیزیں طلب کیں ایک تو یہ کہ میری تمام امت کو ڈبوئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا فرمائی، پھر میں نے دعا کی کہ میری عام امت کو قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرے، اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی پھر میں نے دعا کی کہ ان میں آپس میں پھوٹ نہ پڑے میری یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ (صحیح مسلم: 2890)

آج امتِ مسلمہ کا حال دیکھ لیں۔ آج تینوں قسم کے عذاب نظر آتے ہیں۔ آج دنیا پر وہ سب نو قسم کے عذاب نظر آتے ہیں جو فرعون کی قوم پر آئے تھے۔

ایک اور تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے؛ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”اوپر کا عذاب بُرے

امام اور ظالم بادشاہ ہیں نیچے کا عذاب نافرمان اولاد اور بددیانت نوکر چاکر ہیں“

حقیقت یہ ہے کہ جیسے لوگوں کے عمل ہوتے ہیں لوگ ویسے ہی اُس کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

ایک اور حدیثِ رسولؐ کا خلاصہ ہے کہ جیسے تمہارے اعمال ہونگے ویسے ہی تمہارے عمال (صدر، وزیر، حکمران، مالک) ہوں گے۔

آج اپنے ارد گرد دیکھ لیں یہی معاملہ نظر آتا ہے۔

ایک اور حدیثِ رسولؐ کا خلاصہ ہے، کہ ہر بندے کا دل اللہ کے اختیار میں ہے۔ اگر لوگ نیک ہونگے تو اللہ بادشاہ اور حکمران کے دل رحمدل اور عدل و انصاف والے بنا دے گا۔ اگر لوگ گناہ کریں گے اور اللہ کے نافرمان ہونگے تو اللہ اُن پر ظالم اور بددیانت بادشاہ اور حکمران مسلط کر دے گا۔ وہ سخت حکمران اور اُمراء اُن پر زندگی تنگ کر دیں گے۔ اس لئے حکمرانوں اور مالکوں کو بُرا کہنے میں وقت ضائع نہ کریں بلکہ اللہ کی طرف رجوع کر لیں اور اپنے اعمال بہتر بنالیں۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے حالات سنور جائیں۔ توبہ کریں۔ اللہ سے رجوع کریں اور اپنے نیک اعمال کریں۔

جب مسلمان اپنی اصلاح کریں گے تو ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ ہمارے حالات بدل جائیں گے۔ اللہ کو راضی کر لیں۔ ہمیں اللہ کی رضا اور نعمتیں مل جائیں گی۔

عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ جب اللہ کسی حاکم کا بھلا چاہتے ہیں تو اُسے اچھا وزیر / نائب عطا کر دیتے ہیں۔ اور جب حاکم / حکمران سے کوئی بھول ہو جائے تو وہ وزیر / نائب اُسے یاد کروا

دیں۔ جب امیر صحیح کام کرے تو بھلائی میں اُس کے مددگار ہوں۔ اور جب حاکم اللہ کا نافرمان ہو تو اُس بُرے حاکم کے ماتحت اور نائب بُرے لوگ بنا دیئے جاتے ہیں۔

آج دُنیا کے نقشے کو دیکھ لیں۔ مسلمانوں کا کیا حال ہے؟

**يَلْبَسَكُمْ**: ل ب س سے ہے۔ لبس یعنی چھپا لینا۔ ڈھانپ دینا۔

**شِيعًا**: ش ع ی۔ تابع ہونا۔ ایسی جماعت جو خاص غرض کے لئے جمع ہوں۔ یعنی گروہ۔ فرقہ یا پارٹی کے معنی۔

شیعہ لوگ اسی لفظ سے اپنے آپ کو شعیانِ علی کہتے ہیں۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے گناہوں کا اثر اپنے ماتحتوں میں دیکھتا ہوں۔ جب کبھی میرے ماتحت / نوکر میری نافرمانی کرنے لگیں تو میں توبہ استغفار کرتا ہوں تاکہ میرے ماتحت میرے فرمانبردار ہو جائیں۔

اپنا جائزہ لیں۔ ہم اپنی اولاد کو بُرا کہتے ہیں۔ کیا ہم اللہ کے اطاعت گزار ہیں؟ کیا ہم اپنے رب کی فرمانبرداری کرتے ہیں؟

اپنے گناہوں کو یاد کریں۔ توبہ کریں۔ استغفار کا دروازہ کھلا ہے۔ اللہ معاف کر دیں گے۔ انشاء اللہ۔

**لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ**: غور و فکر کریں۔ اپنا محاسبہ کریں۔

وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۗ قُلْ لَنْسُتُ عَلَيْكُمْ بَوَّكِينٍ ۖ ﴿٦٦﴾ اور اس (قرآن)

کو تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ کہہ دو کہ میں تمہارا داروغہ نہیں ہوں ﴿٦٦﴾

یہ قرآن سچ اور حق ہے لیکن مشرکین نے اس کو جھٹلادیا۔ اللہ کے نبیؐ اس بات کے ذمے دار نہیں

ہیں۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ مُّسْتَقَرٌّ ۙ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾ ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور تم کو

عنقریب معلوم ہو جائے گا ﴿٦٧﴾

یہ مشرکین جلد ہی دیکھ لیں۔ جان لیں گے کہ اللہ کی بات سچ اور حق ہے۔